مالی استحکام اور خطرات کی جانچ

اس سیکشن میں 2008ء اور 2009ء (پہلی ششماہی تک) کے دوران مالی استحکام کا تجزیہ پیش کیا گیا ہے جو ملکی و بیرونی مالی صورتحال کے نتیجے میں پیدا ہونے والے خطرات پر مبنی ہے۔ ان خطرات نے ملک کے مالی نظام کے استحکام پر کافی اثرات مرتب کیے ہیں۔ اس جائزے کا مقصد پاکستان کے مالی شعبے میں خطرات کے اہم عوامل وخامیوں اور مالی استحکام پر ان کے اثرات کی نشاندہی کرنا ہے۔

اس میں شک وشبے کی کوئی گنجائش نہیں ہے کہ 2008ء کو جدید دنیا کی معاشی و مالی تاریخ میں سب سے زیادہ پریشان کن سال کے طور پر یاد رکھا جائے گا۔ عالمی مالی منڈیوں کے بحران سے لے کر اجناس کی بین الاقوامی قیمتوں میں اضافے جیسے تشویش ناک واقعات نے دنیا کے مختلف خطوں پر مختلف اثرات مرتب کیے۔ سال کے دوران سیالیت کی شدید قلت کو ختم کرنے کے لیے اقدامات کے بجائے زیادہ توجہ عالمی بینکاری نظام کو دیوالیہ ہونے سے بچانے پر مرکوز کی گئی اور عالمی معیشت کی بحالی کو یقینی بنانے کے لیے پالیسی اقدامات کیے گئے۔

بحران کی شدت اور ستمبر 2008ء میں اس کی بھرپور قوت کے ساتھ واپسی کے باعث 2009ء میں صورتحال کے مزید بگڑنے کا خطرہ تھا لیکن یہ سال کافی بہتر ثابت ہوا ہے۔ یہ سال معاشی بحالی جیسی اچھی خبریں ساتھ لایا تاہم بعض ملکوں میں زری و مالیاتی اعانت کے پیکیجز کے قبل از وقت خاتمے کے خدشات موجود ہیں۔ دوسری جانب، مذکورہ پالیسیوں کے تسلسل کے نتیجے میں گرانی کا دباؤ بڑھنے اور اثاثہ جاتی نرخوں کے بلبلے پیدا ہونے کے خطرات بھی کافی بڑھ گئے ہیں جبکہ اس کے ساتھ ساتھ یہ پریشانی بھی موجود ہے کہ تاریخ میں پست ترین شرح سود کے دور میں امریکی ڈالر کی کمزوری کے باعث بلند شرح سود پر تجارت میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔

یوروزون کے مقابلے میں امریکہ میں بحالی کے عمل میں زیادہ تیزی دیکھنے میں آرہی ہے لیکن خاندانوں اور کارپوریٹ شعبے کی بیلنس شیٹس پر دباؤ برقرار ہے۔ مالی منڈیاں آہستہ آہستہ کھلنا شروع ہوگئی ہیں اور تھوک فنڈنگ کے ذرائع میں بہتری کے آثار نمایاں ہیں تاہم قرضوں کے ذرائع پر دباؤ برقرار ہے۔

پاکستانی معیشت کو اندرونی مشکلات کے ساتھ ساتھ تجارتی ذریعے سے بحران کے دور ثانی اثرات کی منتقلی اور سرمائے کے بہاؤ میں منفی رجحان کا سامنا کرنا پڑا۔ نومبر 2008ء میں آئی ایم ایف کے ساتھ ایس بی اے کی معاونت سے شروع کیے جانے والے معاشی استحکام پروگرام پر عملدرآمد سے معاشی بحالی میں مدد ملی ہے لیکن یہ عمل آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہا ہے۔ اکتوبر 2009ء میں گرانی بلحاظ صارف اشاریہ قیمت جو اگست 2008ء میں 25.3 فیصد کی بلند ترین سطح پر پہنچ گئی تھی کم ہو کر 8.9 فیصد پر آ گئی۔ مالی سال 10ء کی پہلی سہ ماہی میں جاری حسابات کا خسارہ کم ہو کر 540 ملین ڈالر رہ گیا۔ گذشتہ سال کی اسی مدت میں یہ 4,258 ملین ڈالر تھا۔ تاہم مالیاتی وحقیقی شعبوں اور نجی شعبے کے قرضوں کی کارکردگی کمزور رہی۔ کچھ معاشی اظہاریوں میں نمایاں بہتری اور موڈیز و ایس اینڈ پی کی جانب سے ملک کی ریاستی درجہ بندی میں اضافے کے باعث جزدانی سرمائے کی آمد شروع ہوگئی ہے اور یہ جولائی تا وسط نومبر مالی سال 10ء تک بڑھ کر مجموعی طور پر 314 ملین ڈالر تک پہنچ گئی ہے۔ مذکورہ تمام تبدیلیوں کے نتیجے میں اسٹیٹ بینک کے زرمبادلہ کے ذخائر وسط نومبر مالی سال 10ء تک بڑھ کر 10.4 ارب ڈالر تک پہنچ گئے ہیں۔

اگرچہ عالمی مالی منڈیوں میں آنے والے بحران نے پاکستان کے مالی شعبے کو براہ راست متاثر نہیں کیا ہے تاہم زیر جائزہ مدت کے دوران متعدد عوامل نے اس کے خاکۂ خطر اور امکانات پر خاصے اثرات مرتب کیے، جو یہ ہیں: (i) بینکوں کو 08ء کی چوتھی سہ ماہی میں سیالیت کی عارضی قلت کا سامنا کرنا پڑا جس نے کچھ چھوٹے کمزور بینکوں کی قرضے دینے کی صلاحیت کو محدود کر دیا (ii) سیالیت کے دباؤ نے غیر بینک مالی اداروں کے بینکاری شعبے پر انحصار میں خاصا اضافہ کر دیا کیونکہ وہ بینکوں سے مقررہ حدود کے مطابق قرضے وقت سے پہلے ہی حاصل کر چکے تھے (iii) بڑھتے ہوئے غیر ادا شدہ قرضوں، زری سخت گیری اور معیشت میں اصلاحات جیسی رکاوٹوں نے نجی شعبے کو قرضوں کی فراہمی میں مشکلات پیدا کر دیں (iv) امانتوں کی نمو سست روی کا شکار ہوگئی (v) آخر 2008ء تک ایکویٹی منڈیوں کی سرمایت میں 63 فیصد کمی آ گئی جبکہ امریکی ڈالر کے مقابلے میں روپے کی قدر 20 فیصد تک گر گئی۔ مذکورہ دشوار حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے ذیل میں مالی استحکام کا تفصیلی تجزیہ دیا گیا ہے۔

مالی استحکام کی جانچ

مسلسل نشیب وفراز سے گذرنے کے باوجود ملک کا مالی شعبہ بڑی حد تک مستحکم رہا۔ مالی نظام کے استحکام کا زیادہ انحصار بینکاری شعبے پر ہوتا ہے کیونکہ مالی نظام میں

اسے بالادستی حاصل ہے جبکہ اس کے دیگر اجزا میں سست رفتاری سے نمو ہو رہی ہے (**جدول 1**)۔ مغربی معیشتوں میں بینکاری کاروبار میں سٹے بازی پر انحصار کیا جاتا ہے[1] جبکہ پاکستان میں بینکاری شعبے کا ماڈل مالی وساطت کے فریضے کی ادائیگی کے تقاضوں پر پورا اترتا ہے: امانتوں کی وسیع بنیاد کے ذریعے قرضوں کے لیے رقوم مہیا کی جاتی ہیں جبکہ اثاثوں کی مالکاری کے لیے قرضوں یا قلیل مدتی تھوک منڈی پر معمولی انحصار کیا جاتا ہے۔

جدول 1: مالی شعبے کے اثاثوں کے اجزائے ترکیبی

	02ء	03ء	04ء	05ء	06ء	07ء	08ء	09ء پہلی ششماہی
اثاثے (ارب روپے)	3417.7	3943.7	4518.3	5201.5	5957.5	7115.2	7710.6	8269.4
شرح نمو (فیصد)	12.3	15.4	14.6	15.1	14.5	19.4	8.4	7.2
بلحاظ مجموعی اثاثوں کا فیصد								
ایم ایف آئیز	0.1	0.1	0.1	0.2	0.2	0.2	0.2	0.2
این بی ایف آئیز	6.2	6.6	7.0	7.6	7.8	8.0	7.6	5.6
بیمہ	3.8	3.8	3.8	3.9	4.1	4.6	4.4	4.1
سی ڈی این ایس	24.9	25.0	21.7	18.0	16.1	14.6	14.8	16.5
بینک	65.0	64.5	67.3	70.4	71.9	72.7	73.0	73.6
بلحاظ جی ڈی پی فیصد								
ایم ایف آئیز	0.1	0.1	0.1	0.1	0.1	0.1	0.1	0.1
این بی ایف آئیز	4.6	4.9	5.2	5.6	5.7	5.9	5.0	3.5
بیمہ	2.8	2.9	2.8	2.9	3.0	3.4	2.9	2.6
سی ڈی این ایس	18.2	18.8	16.1	13.3	11.7	10.8	9.8	10.4
بینک	47.7	48.3	50.1	51.8	52.4	53.9	48.1	46.5
مجموعی	73.3	75.0	74.4	73.7	72.9	74.1	66.0	63.1

2008ء کے دوران ملکی ترسیلاتِ زر میں 17.2 فیصد اضافے (امریکی ڈالر میں) کے باوجود امانتوں کی نمو میں سست روی دیکھی گئی اور یہ 9.4 فیصد ہوگئی جبکہ گذشتہ پانچ برسوں کے دوران اس میں 18.1 فیصد کی اوسط شرح سے اضافہ ہوا تھا۔ اس کی وجوہات میں معاشی سرگرمیوں میں کمی، غیر یقینی حالات کے باعث نقد کرنسی کو ترجیح دینا اور بینکاری امانتوں کے مقابلے میں قومی بچت اسکیموں پر بلند شرح منافع شامل ہیں۔ حکومت نے مالکاری کے غیر بینک ذرائع سے استفادے کے لیے جون 2008ء میں قومی بچت اسکیموں کے منافع کی شرح میں ایک ایسے وقت میں اضافہ کردیا تھا جب اس کی مرکزی بینک سے قرض گیری بلند ترین سطح پر تھی اور بینکوں کو جارحانہ زری سخت گیری کی وجہ سے سیالیت میں مشکلات اور قرض کی مسلسل بلند طلب اور ان کی فنڈنگ کی بنیاد یعنی امانتوں میں کمی کا سامنا تھا۔ مذکورہ حالات نے اسٹیٹ بینک کی جانب سے جون 08ء میں تمام پی ایل ایس امانتوں پر 5 فیصد شرح منافع متعارف کرانے جیسے مثبت اقدام کے اثرات کو بھی زائل کردیا۔ 08ء کی دوسری ششماہی کے دوران کرنسی و امانتوں کے تناسب میں اضافے اور ضارب زر میں سست روی سے بھی بینکاری شعبے کو درپیش مشکل ماحول کار کی عکاسی ہوتی ہے۔ لیکن بینکوں سے حکومتی امانتوں کی اسٹیٹ بینک کے ٹریژری کھاتے میں موخر منتقلی کے ان بینکوں پر خاصے اثرات مرتب ہوسکتے ہیں جو حکومت کی امانتوں پر زیادہ انحصار کرتے ہیں۔

اثاثوں کے لحاظ سے 08ء کے دوران حکومت کے متعلق بینکوں کے اکتشاف میں زبردست اضافہ دیکھنے میں آیا۔ اس کی وجوہات میں گردشی قرض کے مسئلے کی وجہ سے بجلی کے شعبے میں بھاری رقوم کا ارتکاز اور سرکاری شعبے کی انٹرپرائزز و اجناس کی مالکاری کے لیے قرض گاری میں غیر معمولی اضافہ شامل ہیں۔ ایک اور نیا خطرہ اجناس کی مالکاری کے لیے گردشی قرضوں میں بتدریج اضافہ ہے لیکن اس کا درست تجزیہ مزید معلومات ملنے پر ہی کیا جاسکتا ہے۔ 08ء کی پہلی سہ ماہی میں اثاثہ جاتی معیار میں بگاڑ کو مدنظر رکھتے ہوئے بینکوں نے خطرات سے گریز پر مبنی رویہ اختیار کیا ہے جس کی عکاسی سرمایہ کاری اور اثاثوں کے تناسب میں اضافے سے ہوتی ہے۔ اس بارے میں بھی خدشات پائے جاتے ہیں کہ کچھ بینکوں کی سیالیت گردشی قرضے کے مسئلے کو حل کرنے کے لیے جاری ہونے والے دو میعادی مالکاری وثیقہ جات میں سرمایہ کاری کے باعث محدود ہوجائے گی۔

2008ء کی پہلی ششماہی میں نجی شعبے کی جانب سے قرضوں کی طلب بڑھ گئی تھی جبکہ گرانی کے دباؤ میں اضافے کی وجہ سے حقیقی شرح قرض گاری منفی سطح پر آگئی تھی۔

[1] جس کی بنا پر بینک آف انگلینڈ کے گورنر مرون کنگ اکتوبر 2009ء میں یہ کہنے پر مجبور ہوگئے کہ بینکوں کو مثبت سرکاری اقدامات اور سٹے بازی کی تجارتی سرگرمیوں کو الگ الگ رکھنا چاہیے۔

اس کے نتیجے میں آخر 08ء بینکوں کے قرضوں کا حجم 18.4 فیصد اضافے کے ساتھ بڑھ کر 32 کھرب تک پہنچ گیا جبکہ 07ء کے دوران اس میں 12.6 فیصد کی سال بسال نمو ہوئی تھی۔ 09ء کی پہلی ششماہی میں بینکاری شعبے کے اجزائے ترکیبی میں خاصی تبدیلیاں آئی ہیں اور سرمایہ کاری جزدان میں اس مدت کے دوران 30.4 فیصد کی نمو ہوئی اور اثاثوں میں اس کا حصہ بڑھ کر 23.2 فیصد ہو گیا جو آخر 08ء تک 19.2 فیصد تھا۔ اس کے مقابلے میں قرضہ جزدان میں اسی مدت کے دوران 0.2 فیصد کمی دیکھی گئی اور اثاثوں میں اس کا حصہ 09ء کی پہلی ششماہی کے دوران کم ہو کر 52.2 فیصد پر آ گیا جو آخر 08ء میں 56.6 فیصد تھا۔

جیسا کہ مالی استحکام کے جائزے 08-2007ء میں نشاندہی کی گئی ہے کہ بڑے حجم کے حامل قرض گیروں کی معمولی تعداد میں قرض کا ارتکاز نظمی خطرے کا باعث بن سکتا ہے۔ اس کے علاوہ ٹیکسٹائل شعبے میں بینکوں کے قرض کا ارتکاز بھی تشویش کا باعث ہے کیونکہ اس کے انفیکشن تناسب کی سطح بلند ہے۔ جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ آخر جون 09ء تک مجموعی قرضوں میں بجلی کے شعبے کے قرضوں کے ارتکاز کی سطح بڑھ کر 14.5 فیصد تک پہنچ گئی ہے: یہ شعبہ جاتی ارتکاز کا ایک اور اظہاریہ بھی ہے۔

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ 08ء کی پہلی سہ ماہی میں خطرۂ قرض کے بارے میں کافی خدشات موجود تھے جو وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ درست ثابت ہوئے: 08ء میں غیر ادا شدہ قرضے 68.4 فیصد اضافے کے ساتھ بڑھ کر 359.3 ارب روپے تک پہنچ گئے جو 97ء کے بعد سے ایک سال میں ہونے والا سب سے زیادہ اضافہ ہے۔ اگرچہ گذشتہ برسوں کے دوران قرضوں میں جارحانہ توسیع نے اثاثہ جاتی معیار کو بگاڑنے میں کردار ادا کیا تاہم غیر ادا شدہ قرضوں میں بھاری اضافے کو معاشی عدم استحکام کا نتیجہ اور بڑی حد تک گردشی یا ساختی عامل سمجھا جاتا ہے۔ اس دعوے کی تصدیق 09ء کی پہلی ششماہی میں معاشی صورتحال میں بہتری کے باعث اضافی غیر ادا شدہ قرضوں کی نمو میں سست روی سے ہوتی ہے جو 397.9 ارب روپے تک پہنچ گئے۔

غیر ادا شدہ قرضوں میں خاصے اضافے نے بینکاری شعبے کی مالی کارکردگی پر منفی اثرات مرتب کیے ہیں کیونکہ اس کی وجہ سے بینکوں کو 08ء کے لیے تموین کی مد میں 105.9 ارب روپے مختص کرنا پڑے جو گذشتہ برس کے مقابلے میں 46 ارب روپے زیادہ ہیں۔ ایسا اسٹیٹ بینک کی جانب سے تموین اخذ کرتے وقت ضمانت کی قیمت فروخت لازم سے 30 فیصد تک استفادے کی سہولت دینے کے باوجود دیکھنے میں آیا ہے جبکہ اس کے مقابلے میں 07ء میں تموین کی شرائط زیادہ سخت تھیں۔

اگرچہ آخر 08ء تک بینکاری شعبے کے پاس 13.8 ارب روپے کی فاضل تموین موجود تھی، تاہم، ابتدائی زمروں میں غیر ادا شدہ قرضوں کا خاطر خواہ تناسب 09ء میں بھی اضافی تموین کے اخراجات کو ظاہر کرتا ہے۔ ادائیگی قرض کی صلاحیت کو درپیش خطرات کی عکاسی بینکاری نظام کے خالص غیر ادا شدہ قرضوں اور سرمائے کے تناسب میں اضافے سے بھی ہوتی ہے جو 08ء میں بڑھ کر 19.4 فیصد تک پہنچ گیا جبکہ یہ 07ء میں 5.6 فیصد تھا۔ آخر جون 09ء تک اس تناسب میں معمولی کمی ہوئی اور یہ 19 فیصد ہو گیا ہے۔

یہ امر حوصلہ افزا ہے کہ بینکوں میں غیر متوقع نقصانات کو برداشت کرنے کی مضبوط صلاحیت موجود ہے۔ سرمائے کی بنیاد کو مستحکم رکھنے کے لیے کم از کم مطلوبہ سرمائے کی شرائط پر مرحلہ وار عملدرآمد کیا جا رہا ہے۔ آخر 08ء تک بینکاری شعبے کی مجموعی خطرہ بہ وزن کفایت سرمایہ 07ء کی 12.3 فیصد سطح پر برقرار رہی جبکہ اس کے لیے 9 فیصد کی حد مقرر کی گئی تھی اور اس میں بازل دوم کی شرائط کے مطابق آپریشنل خطرے کے لیے کیپٹل چارج کو بھی شامل کیا گیا تھا۔ اس کی ایک اہم وجہ مشکل ماحول کار کو مدنظر رکھتے ہوئے اسٹیٹ بینک کی جانب سے شروع کی جانے والی مخالف گردشی پالیسی اعانت ہے جس کی عکاسی کم از کم مطلوبہ سرمائے کی شرائط کو حقیقت پسندانہ بنانے اور اکتوبر 09ء میں قیمت فروخت لازم میں مزید نرمی سے ہوتی ہے۔

معمول کے لین دین کے دوران غیر متوقع نقصانات کو جذب کرنے کے لیے منافع کی سطح کو پہلا دفاعی مورچہ سمجھا جاتا ہے۔ بینکاری شعبے نے 08ء میں 63.1 ارب روپے (قبل از ٹیکس) کا منافع کیا (جبکہ یہ 07ء میں 106.9 ارب روپے تھا)۔ بینکوں کے منافع میں کمی کی عکاسی نفع یابی کے اہم اظہاریوں سے بھی ہوتی ہے جن میں اثاثوں پر منافع اور ایکویٹی پر منافع شامل ہیں۔ بینکاری شعبے کے اثاثوں پر منافع 08ء میں کم ہو کر 0.8 فیصد ہو گیا جو 07ء میں 1.5 فیصد تھا اور ایکویٹی پر منافع میں بھی یہی رجحان دیکھا گیا اور یہ کم ہو کر 7.8 فیصد رہ گیا جبکہ 07ء میں یہ 15.4 فیصد تھا۔ بینکاری شعبے کی نفع یابی سے قریبی تعلق رکھنے والے دیگر اظہاریوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ اثاثوں و ایکویٹی پر منافع کے ساتھ ساتھ خالص سودی مارجن اور اوسط تفاوت میں معمولی اضافہ دیکھنے میں آیا ہے۔ بینکاری نظام میں قیمتیں متعین

کرنے کے منڈی کے نظام میں اسٹیٹ بینک کی مداخلت سے ملے جلے نتائج سامنے آئے ہیں کیونکہ خالص سودی مارجن اور اوسط تفاوت 27 بیسس پوائنٹس اور 29 بیسس پوائنٹس اضافے کے ساتھ بڑھ کر بالترتیب 5.3 فیصد اور 5.4 فیصد رہے۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ بینک، امانتوں پر کم از کم شرح منافع کے اثرات صارفین کو منتقل کرنے میں کامیاب رہے ہیں۔

بینکاری شعبے نے عدم استحکام کی تیز ہواؤں کے مقابلے میں مجموعی طور پر مضبوطی دکھائی ہے لیکن بینک وار معلومات سے ظاہر ہوتا ہے کہ کچھ چھوٹے بینک ماحول کار میں پیش آنے والی بعض مشکلات سے نمٹنے میں ناکام رہے ہے اور اب ان کی پوزیشن مزید خراب ہوگئی ہے۔ کم از کم مطلوبہ سرمائے کی موجودہ شرائط کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ توقع کی جارہی ہے کہ ان بینکوں کو اپنی بقا کے لیے یا تو ضم ہونا پڑے گا یا صنعت کو ترک کرنے کی راہ اختیار کرنی پڑے گی۔

نظمی خطرے میں کمی پر نظر رکھتے ہوئے اور پورے بینکاری نظام کے استحکام کے تحفظ کو یقینی بنانے کے لیے اسٹیٹ بینک نے بینکوں کو درپیش عارضی مسائل حل کرنے کی خاطر ایک شفاف اور رسمی طریقہ کار وضع کیا ہے جس کے تحت انہیں اس وقت تک سیالیت اور ادائیگی قرض میں مدد فراہم کی جائے گی جب تک کہ وہ بہتر مالی کارکردگی کے بل بوتے پر اپنے پیروں پر دوبارہ کھڑے نہیں ہوجاتے یا انہیں دیگر بینکوں کے ساتھ انضمام کے عمل میں سہولت دی جائے گی۔

اس مقصد کی خاطر اسٹیٹ بینک مالی شعبے کے اہم ضابطہ کار کی حیثیت سے اپنے مالی حفاظتی بندوبست کے نظام کو مضبوط بنانے کے لیے کوشاں ہے اور اس ضمن میں امانتی تحفظ اسکیم متعارف کرانے اور صارفین کے تحفظ کے متعلق قانونی فریم ورک تیار کیا جارہا ہے۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ نجکاری شدہ بینکاری نظام میں بھی اخلاقی خدشے کا عنصر اس وقت تک برقرار رہتا ہے جب تک کہ نجی شعبے میں کام کرنے والے بینکوں کو مکمل ریاستی ضمانتیں حاصل رہیں۔ صرف مالی حفاظتی بندوبست پر عملدرآمد کے ذریعے ہی اخلاقی خدشے کی شدت کو کم سے کم کرنا ممکن ہے۔

اب مالی شعبے کے دیگر اجزا کی طرف آیئے۔ 08ء میں غیر بینک مالی اداروں کو مشکل صورتحال میں فنڈز کی فراہمی ان کی کمرشل بقا کو لاحق اہم خطرے کے طور پر ابھر کر سامنے آئی ہے۔ غیر بینک مالی ادارے اپنے اثاثوں کی فنڈنگ کے لیے بڑی حد تک بینکاری شعبے پر انحصار کرتے ہیں اور 08ء کی چوتھی سہ ماہی میں بینکاری شعبے کو درپیش سیالیت کی قلت کے باعث قرضوں کا یہ وسیلہ اس حد تک کم ہوگیا تھا کہ اس سے ان اداروں کی کاروباری سرگرمیوں کی بقا کو خطرات لاحق ہوگئے۔ بینکاری شعبے سے سخت مسابقت کے باعث کافی عرصہ پہلے ہی غیر بینک مالی اداروں کی اہمیت میں کمی آچکی ہے اور اجارہ کمپنیاں، سرمایہ کاری مالکاری کمپنیاں، مضاربہ اور مخاطرہ سرمائے کی کمپنیاں کمرشل لحاظ سے مستحکم رہنا چاہتی ہیں تو انہیں اپنے کاروباری ماڈل کی خامیوں کو دور کرنے پر سنجیدگی سے توجہ دینی ہوگی۔ میوچل فنڈز اس میدان کا ایسا واحد ذیلی شعبہ ہے جس نے گذشتہ برسوں کے دوران تیزی سے ترقی کی ہے، اگرچہ اسے 08ء کی چوتھی سہ ماہی میں کے ایس ای 100 اشاریے پر فلور کے نفاذ اور میعادی مالکاری وثیقہ جات (ٹی ایف سیز) پر انفکاک کے انجماد سے دھچکا لگا تھا اور اس کے نتیجے میں اس کی خالص اثاثہ جاتی قدر اپنی 334 ارب روپے کی بلندترین سطح سے کم ہوکر 130 ارب روپے رہ گئی تھی۔ اس کے باوجود میوچل فنڈز اپنی کھوئی ہوئی طاقت دوبارہ حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئے اور 09ء میں کراچی اسٹاک ایکسچینج میں معمول کی کاروباری سرگرمیاں شروع ہونے کے بعد ان کی قدر میں کچھ بحالی دیکھنے میں آئی ہے اور ان کے زیر انتظام موجود اثاثوں کی مالیت 234.7 ارب روپے ہوگئی ہے۔

دوسری جانب بیمے کے شعبے کی سست رفتار نمو جاری ہے اور یہ شعبہ آہستہ آہستہ بیمہ خدمات میں اضافہ کررہا ہے۔ گذشتہ چند برسوں کے سازگار معاشی حالات، مالی شعبے میں توسیع، بڑے سرکاری اداروں کی نجکاری اور بیرونی سرمایہ کاری کے باعث بیمے کی صنعت میں بلند نمو دیکھنے میں آئی ہے۔ لیکن 2007ء کے آخر میں معاشی عدم استحکام کے ابھرنے، عالمی مالی منڈیوں میں بحران، ملکی ایکویٹی منڈی میں تعطل، امن و امان کی بگڑتی ہوئی صورتحال جیسے عوامل نے 08ء کے دوران ملک میں بیمے کی شعبے کی کارکردگی پر منفی اثرات مرتب کیے ہیں۔ اس کے علاوہ اس شعبے کی اپنی خامیاں بھی اس کی کارکردگی کو متاثر کررہی ہیں۔ ان خامیوں میں عمومی بیمے کے 70 فیصد کاروبار کا پانچ بڑی کمپنیوں میں ارتکاز جبکہ حیاتی بیمے میں ریاستی ادارے کی بالادستی شامل ہیں۔ اس صنعت میں 45 کمپنیاں کام کررہی ہیں جو اس شعبے میں کاروبار کی تقسیم کی خاصی بلند سطح کی عکاسی کرتی ہیں۔ مسابقت اور کارگذاری کو بہتر بنانے کے لیے ضروری ہے کہ اس شعبے کے مشترکہ ضابطہ کاروں یعنی وزارت کامرس اور ایس ای سی پی دونوں کی جانب سے شعبہ بیمہ کے متعلق تجویز کی جانے والی اصلاحات پر بلا تاخیر عملدرآمد کیا جائے۔ ان میں سب سے اہم تجویز اسٹیٹ لائف انشورنس کمپنی کی مجوزہ نجکاری کی ہے۔ اس شعبے کی طاقت اور پائیداری کو بڑھانے کے لیے یکجائی کی حوصلہ افزائی بے حد اہمیت کی حامل ہے۔

2008ء وہ سال تھا جب ملکی ایکویٹی مارکیٹ اپنی تاریخ کی بلند ترین سطح پر پہنچ گئی تھی۔ کے ایس ای100 اشاریہ اپریل 08ء میں بڑھ کر 15,676 پوائنٹس کی سطح پر تھا تاہم اس کے بعد متعدد عوامل کے باعث منڈی میں تغیر پذیری کی شدت میں اضافہ ہوگیا جس نے ضابطہ کاروں کو قدر میں مزید کمی اور سرمایہ کاروں کے مفادات کو تحفظ دینے کے لیے اگست 08ء میں 9,144 پوائنٹس کی سطح پر فلور نافذ کرنے پر مجبور کردیا۔ فلور کا نفاذ منڈی سے رضا کارانہ اخراج کو روکنے کے متعلق ملکی و بیرونی سرمایہ کاروں کو درپیش غیر یقینی صورتحال کی شدت میں اضافے اور نرخوں کے تعین کے عمل میں مشکلات پیدا کرنے کا باعث بنا۔ دسمبر 08ء میں فلور ہٹائے جانے کے بعد سے منڈی میں معمول کی کاروباری سرگرمیاں شروع ہوگئی تھیں لیکن صورتحال میں بہتری منڈی کے جنوری 09ء میں 5 برسوں کی پست ترین سطح کو چھونے کے بعد دیکھنے میں آئی۔

ایکویٹی منڈی کی مذکورہ صورتحال کے نتیجے میں بینکاری شعبے کے اثاثوں کی باز قدر پیمائی پر موجود فاضل ختم ہوگیا تاہم اس کے اثرات کو بھی ان عوامل نے زائل کردیا: (i) ایس ای سی پی اور اسٹیٹ بینک کی جانب سے دستیاب برائے فروخت کے جزدان کے وثیقہ جات پر امپیرمنٹ نقصانات کے اثرات کو 09ء تک موخر کرنا اور (ii) بینکوں کا ایکویٹی میں محدود انکشاف، بلاواسطہ اور بالواسطہ دونوں میں۔

بازار سرمایہ کی اصلاحات پر عملدرآمد کی قدرے سست رفتار کے باعث ایکویٹی منڈی خود کو فنڈز جمع کرنے کی صلاحیت کا حامل ثابت نہیں کرسکی بلکہ اس نے زیادہ تر تجارتی حیثیت میں کام کیا ہے۔ اس کی عکاسی بینکوں کے قرض کے مقابلے میں ایکویٹی منڈی میں مالکاری کے لیے جمع ہونے والی رقم کی پست سطح سے بھی ہوتی ہے (بینکوں کے 32 کھرب واجب الادا قرضوں کے مقابلے میں ایکویٹی منڈی میں م س09 کے آخر تک 781.8 ارب روپے کا فہرست شدہ سرمایہ تھا)۔ یہ امر حیران کن نہیں ہے کہ 08ء میں دیکھی جانے والی خاطر خواہ تغیر پذیری نے مالی استحکام اور مالی شعبے کے بینکوں پر مبنی ڈھانچے پر بہت کم اثرات مرتب کیے ہیں جبکہ معیشت کی مالکاری ضروریات پوری کرنے میں ایکویٹی شعبے کا کردار محدود ہے۔ تاہم، دولت کے اثرات کو نظرانداز نہیں کیا جاسکتا جس کی نشاندہی سینٹرل ڈپازٹری کمپنی (سی ڈی سی) کے پاس سرمایہ کاروں کے کھاتوں میں سرمایہ کاریوں کی قدر میں کمی سے بھی ہوتی ہے۔

مختصر یہ کہ ایک مستعد مالی نظام وہ ہوتا ہے جس میں تنوع ہو اور جس کے تمام اجزا معیشت کی مالکاری ضروریات کو پورا کرنے میں کردار ادا کریں۔ نہ صرف یہ کہ پاکستانی معیشت غیر ضروری طور پر مسلسل بینکاری شعبے پر انحصار کررہی ہے بلکہ حکومت کی جانب سے بینکوں کے قرضوں کے سب سے بڑے استعمال کنندہ بن جانے کے نتیجے میں نجی شعبے کے لیے قرض کم ہو رہا ہے خصوصاً ایسے وقت میں جبکہ معیشت بتدریج بحالی کی راہ پر گامزن ہو رہی ہے۔

یہ بات اہمیت کی حامل ہے کہ بینکوں کو اپنی بنیادی کاروباری سرگرمیوں پر توجہ مرکوز کرنی ہوگی یعنی: حکومتی وثیقہ جات میں بھاری سرمایہ کاری، پی ایس ایز اور سرکاری شعبے کو قرضے دینے کے بجائے نجی شعبے کی کاروباری انٹرپرائزز کو فنڈز کی فراہمی میں اضافے کے لیے اقدامات کرنا ہوں گے۔ اگرچہ موجودہ حکمت عملی بینکاری نظام کے خاکۂ خطر کو بہتر بنانے میں معاون ثابت ہوسکتی ہے لیکن یہ صورتحال ایک ایسی معیشت کے لیے انتہائی نقصان دہ ثابت ہوسکتی ہے جو بتدریج اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کی کوششوں میں مصروف ہو۔

ایس بی پی ایکٹ 1956ء کے تحت بینک دولت پاکستان کو مالی استحکام کے تحفظ کا قانونی اختیار دیا گیا ہے۔ اس مقصد کے حصول کے لیے اسٹیٹ بینک موثر ضابطہ کاری و نگرانی کے اصولوں کو مدنظر رکھتے ہوئے مالی شعبے کی نمو کو بڑھانے کے لیے سہولت کار کا کردار ادا کرنے کی کوششیں کررہا ہے۔ پاکستان کے مالی شعبے نے دشوار معاشی ماحول اور خصوصاً غیر بینک مالی اداروں میں کچھ ساختی کمزوریوں کے باوجود کافی مضبوطی دکھائی ہے۔ چند چھوٹے بینکوں کے علاوہ بینکاری کا شعبہ اثاثہ جاتی معیار میں بگاڑ کے نتیجے میں قرضوں پر ہونے والے نقصانات کو جذب کرنے میں کامیاب رہا ہے۔ اگرچہ حکومت کی بھاری قرض گیری اور پی ایس ایز کی جانب سے قرضوں کی مضبوط طلب سے بینکوں کو سرمایہ کاریوں پر منافع کمانے اور خطرۂ قرض کے فراست سے انتظام میں مدد ملی ہے تاہم اس کے نتیجے میں نجی شعبے کے قرضوں میں کمی آگئی ہے۔ نتیجتاً نجی شعبے کو قرضوں کی فراہمی میں دشواریاں حائل ہیں۔ معاشی بحالی اور مالی استحکام پر اس صورتحال کے منفی اثرات کو مدنظر رکھتے ہوئے اسٹیٹ بینک نے بینکوں پر زور دیا ہے کہ وہ معیشت میں ترقی کے منتظمین کے طور پر اپنا کردار ادا کریں اور جغرافیائی لحاظ سے مالی خدمات تک رسائی کو بڑھانے کے ساتھ ساتھ زراعت، ایس ایم ای اور خرد مالکاری جیسے پسماندہ شعبوں تک رسائی بڑھائیں تاکہ ان شعبوں کے مالی نفوذ و گہرائی میں اضافہ کیا جاسکے جو ابھی انتہائی پست سطح پر ہے (جدول 2)۔

جدول 2: مالی گہرائی کے اظہاریے

فیصد

اظہاریے	م س00ء	م س01ء	م س02ء	م س03ء	م س 04ء	م س05ء	م س06ء	م س07ء	م س08ء	م س09ء	م س10ء[1]
زر2اور جی ڈی پی	36.6	36.2	39.6	42.6	44.1	45.6	45	46.7	44.8	39.2	39.2
ضارب زر	2.8	2.9	3.0	3.1	3.2	3.3	3.4	3.4	3.2	3.4	3.3
کرنسی اور مجموعی امانتیں	34.3	32.9	33	31.3	30.3	29	27.7	26.1	26.5	28.9	32.2
کرنسی اور زر2	25.4	24.6	24.6	23.8	23.2	22.4	21.7	20.7	20.9	22.4	24.3
کرنسی اور جی ڈی پی	9.3	9.0	9.9	10.3	10.2	10.1	9.6	9.6	9.4	8.8	9.5
پی ایس سی اور زر2*	49.5	49.2	45.6	46.7	51.2	57.7	61.9	61	61.6	56.6	55.9
پی ایس سی اور جی ڈی پی*	18.1	17.8	18	19.9	22.6	26.3	27.8	28.5	27.6	22.2	21.9

*پی ایس سی= نجی شعبے کا کریڈٹ [1] 24 اکتوبر 2009ء تک

ماخذ: اسٹیٹ بینک آف پاکستان